☆ اسی تحریک نظام مصطفیٰ میں مفسر قرآنؒ نے گرفتاری کے لیے اپنے گلے میں قرآن کریم لٹکا کر گوجرانوالہ کے سب سے بڑے جلوس کی قیادت کی تھی، لیکن ان کو گرفتار نہیں کیا گیا تھا۔

☆ پاکستان کے لیے ۲۲ دستوری نکات مرتب کرنے والا فورم بھی تمام مکاتب فکر کا مشترکہ فورم تھا جس کی صدارت حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ نے کی تھی، اور اس میں تمام مسالک دیوبندی، بریلوی، اہلحدیث، شیعہ، مودودی وغیرہ بھی شامل تھے۔

☆ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں گوجرانوالہ میں سب سے بڑا جلسہ مدرسہ نصرۃ العلوم کی جامع مسجد نور میں محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ بانی و مہتمم الجامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کی صدارت میں ہوا تھا جس میں تمام مکاتب فکر کے علماء شریک تھے حتیٰ کہ سید محبوب علی شمسی اور ع، غ کراروی جن کا تعلق شیعہ مکتبہ فکر سے تھا انہوں نے بھی خطاب کیا۔

☆ قومی اتحاد، اسلامی جمہوری اتحاد، ملی یکجہتی کونسل، متحدہ مجلس عمل، اتحاد تنظیمات مدارس اسلامیہ وغیرہ ایسے مشترکہ پلیٹ فارم ہیں جن میں علماء دیوبند اب تک شامل چلے آرہے ہیں۔ ایسے فورم یا بورڈ کی تشکیل کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ یہ اکابرین ہی کے طرز و روش کا تسلسل ہے۔

دیگر مکاتب فکر کی کتب پر تقریظات وتصدیقات

اکابر علماء دیوبند نے قدیماً وحدیثاً دیگر مسالک کے لوگوں کی کتب پر تقاریظ، تصدیقات، تاثرات اور تبصرے لکھے ہیں اور لکھوائے بھی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

(۱) مسلک دیوبند کے سرخیل اسیر مالٹا شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ نے مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری مرحوم کی ''تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن'' پر عربی میں تقریظ لکھی ہے۔ (ص۲) عقائد دیوبند کی متفقہ دستاویز ''المہند علی المفند'' کے مرتب حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ نے بھی اسی تفسیر پر عربی میں تقریظ لکھی ہے۔ (ص۲) مؤرخ اسلام حضرت مولانا علامہ شبلی نعمانیؒ نے بھی اسی تفسیر پر عربی میں تقریظ لکھی ہے۔ (ص۲)

(۲) امام الاولیاء شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے ''ترجمہ قرآن'' پر متعدد علماء دیوبند کی آراء کے ساتھ مولانا محمد چراغ مرحوم کی رائے بھی درج ہے۔ (ص۱۴) حضرت لاہوریؒ کے مطبوعہ ۳۳ رسائل پر کئی مسالک کے علماء کی تصدیقات دیکھی جا سکتی ہیں، مثلاً ابوالبرکات سید احمد رضوی اور محمد دیدار علی رضوی (ص۸۴) مولانا محمد چراغ مرحوم (ص۱۵۷) مولانا عبدالواحد غزنوی سلفی (ص۵۴)

(۳) سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید دہلویؒ کے ''ترجمہ القرآن المسمّٰی بہ کشف الرحمٰن'' پر کئی اکابر علماء دیوبند کی آراء کے ساتھ مولانا عبدالوہاب آروی صدر آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس دہلی کی رائے بھی مطبوعہ ہے۔ (ج۱ص۱)

(۴) ترجمان دیوبند امام اہل السنۃ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ فاضل دیوبند کی دو کتب ''احسن الکلام''

اور ''مقام ابی حنیفہؒ'' پر جمعیۃ اشاعت التوحید والسنۃ پاکستان کے مرکزی راہنما مولانا قاضی شمس الدین مرحوم کی تقاریظ موجود ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں: احسن الکلام (ص ۲۶) اور مقام ابی حنیفہؒ (ص ۲۷)۔

(۵) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی امیر حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ العالی فاضل دیوبند نے غیر مقلد عالم ابو ہشام محمد اعجاز اپل کی کتاب ''زادِ عقبیٰ'' پر تقریظ لکھی ہے۔ (ملاحظہ فرمائیں ص ۷) اس کتاب پر دو غیر مقلدین اور تین دیگر دیوبندی علماء کی بھی تقریظات ہیں۔

(۶) حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کی کتاب ''قاموس الفقہ'' پر کئی علماء دیوبند کی تقاریظ کے ساتھ ساتھ مولانا جلال الدین انصر عمری، امیر جماعت اسلامی ہند کی تقریظ بھی ہے۔ (ملاحظہ فرمائیں ص ۱۸۲) رحمانی صاحب کی دوسری کتاب ''جدید فقہی مسائل'' پر مولانا شاہ امان اللہ قادری سجادہ نشین خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ کی تقریظ بھی ہے۔ (ملاحظہ فرمائیں ج ۱ ص ۱۸)

(۷) حضرت مولانا اخلاق حسین قاسمی دہلوی فاضل دیوبند کی کتاب ''محاسن موضح قرآن'' پر کئی علماء دیوبند کے تاثرات کے ساتھ مولانا محمد یوسف امیر جماعت اسلامی ہند کے تاثرات بھی (بطور تقریظ) درج ہیں۔ (ملاحظہ فرمائیں ص ۲۸)

(۸) دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ المدنی مدظلہ العالی نے مولانا معین الدین خٹک مرحوم کی بخاری شریف کی شرح ''معین القاری'' پر تقریظ لکھی ہے۔

(۹) مولانا محمد چراغ مرحوم کی کتاب ''چراغ ہدایت'' پر سفیر ختم نبوت حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ نے ایک طویل مقدمہ لکھا ہے جس میں انہوں نے مولانا چراغ کی کتاب ''العرف الشذی'' کی تعریف علامہ محمد انور شاہؒ سابق شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند کے حوالہ سے نقل کی ہے۔ (ملاحظہ ہو چراغ ہدایت ص ۲۸ تا ۴۸)۔

(۱۰) عصر حاضر میں قائد اہل السنۃ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین چکوالیؒ فاضل دیوبند جو مسلک دیوبند کے بے لوث اور بے لچک راہنما تھے اور اسی مسلکی بنیاد پر انہوں نے جمعیۃ علماء اسلام کے جمہور علماء دیوبند سے علیحدگی اختیار کر کے تحریک خدام اہل السنۃ والجماعۃ کی بنیاد رکھی تھی اور خلافت راشدہ حق چار یارؓ کے نعرہ کے وہ بانی سمجھے جاتے ہیں۔ انہوں نے حضرت مولانا محمد نافع جھنگوی زید مجدہ فاضل دیوبند کی تصانیف کی بڑی مدح فرمائی ہے۔ خصوصاً ''رحماء بینھم'' پر تو جید علماء دیوبند نے تصدیقات بھی لکھی ہیں۔ اس کتاب پر تصدیقات و تقریظات لکھنے والوں میں مندرجہ ذیل شخصیات بھی شامل ہیں۔

(۱) جسٹس پیر کرم شاہ الازہری بھیروی

(۲) پیر محبّ اللہ شاہ پیر آف جھنڈا سندھی

(۳) مولانا اللہ یار خان چکڑالوی میانوالوی

(۴) رب نواز چچازاد خواجہ قمر الدین سیالوی

(۵) پروفیسر محمد اسلم لاہوری

(۶) مولانا محمد چراغ گوجرانوالوی

(۷) مولانا محمد اسحاق صدیقی ندوی سندیلوی

(تفصیلات کے لیے دیکھیں: رحماء بینھم کا ابتدائیہ اور ماہنامہ فقاہت لاہور ص۵۵ تا ۶۲ شمارہ ستمبر ۲۰۰۹ء)

مزید براں اگر اکابر کی کتب کا مطالعہ کیا جائے تو علماء دیوبند کے طرز فکر میں وسعت اور رواداری کے بہت سے پہلو سامنے آتے ہیں۔ مثلاً عقائد دیوبند کی مستند کتاب ''المہند علی المفند'' پر حنفیوں دیوبندیوں کے علاوہ مالکیہ، شوافع، حنابلہ اور عرب وعجم کے کئی مفتیان کرام اور علماء عظام کی تصدیقات موجود ہیں۔ ''فتاویٰ رشیدیہ'' میں جا بجا فتاویٰ پر دیگر مسالک کے علماء اور مفتیان کرام کی تصدیقات اور دستخط درج ہیں۔ سید الخطاطین مرشد عالم حضرت سید محمد انور حسین المعروف شاہ نفیس الحسینیؒ کا رسالہ ''حکایت مہر وفا'' کا تو ایک بار ضرور ہی مطالعہ کرنا چاہیے جو خاص اسی موضوع پر ہے کہ دیگر مسالک خصوصاً بریلوی مکتبۂ فکر کے کئی اہم علماء اور گدی نشینوں نے اکابر علماء دیوبند کی شخصیات اور ان کی کتب پر کیا تاثرات بیان کیے ہیں۔

دار العلوم الشہابیہ کے بانی حضرت مولانا محمد علی صدیقی کاندھلوی مرحوم اپنی قرآن کریم کی تفسیر ''معالم القرآن'' پارہ اول کے حرف آغاز میں رقمطراز ہیں:

> ''پیش نظر کتاب میں تفسیر وتشریح کی جو کوشش کی گئی ہے، اس کی بنیاد یہی ہے۔ اس سلسلے میں اولیت حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ اور حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے افادات کو دی ہے اور میں نے کوشش کی ہے کہ ان بزرگوں کے تفسیری افادات پورے پورے اس میں آ جائیں۔ ان دو بزرگوں کے علاوہ میں نے جن کے علوم سے استفادہ کیا ہے، ان کی کچھ تفصیل یہ ہے...... مولانا ثناء اللہ امرتسری ...... مولانا نعیم الدین مراد آبادی ...... مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی ...... پیر محمد کرم شاہ بھیروی ...... مولانا امین احسن اصلاحی۔''

مزید لکھتے ہیں:

> ''جس مقام پر تلاش وجستجو کے باوجود ان بزرگوں سے کوئی خاص بات نہ ملی تو پھر جن اعاظم مفسرین سے میں نے استفادہ کیا ہے، ان کے نام یہ ہیں...... نواب صدیق حسن خان ...... محمد بن علی شوکانی......'' (معالم القرآن پارہ اول ص ۸ و ص ۹)

مفسر قرآن کا طرز عمل

والد ماجد مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبد الحمید خان سواتی نے اپنی زندگی میں جن معدودے چند کتب پر تقاریظ لکھی ہیں، ان میں دار العلوم الشہابیہ کے سابق شیخ الحدیث پروفیسر حضرت مولانا میاں منظور مرحوم فاضل دیوبند کی

ابوداؤد شریف کی شرح بھی شامل ہے۔ میرے پاس اس تقریظ کی نقل موجود ہے۔ میاں صاحب موصوف اپنے پیش رَو مولانا محمد علی صدیقی کاندھلوی مرحوم کی طرح جماعت اسلامی سے متاثر تھے اور یہ بات اہل علم کے ہاں معروف ہے۔

مفسر قرآنؒ کی کتب پر جن لوگوں نے تقاریظ لکھی ہیں اور خطوط لکھ کر اپنے تاثرات کا اظہار کیا ہے، وہ ہم نے ''مفسر قرآن نمبر'' میں درج کر دی ہیں۔ وہاں ملاحظہ فرما لی جائیں۔ (ص ۱۱۱ تا ص ۱۲۹) ان میں پروفیسر محمد ایوب قادری صاحب (بریلوی مکتبہ فکر) کا خط بھی شامل ہے جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ ''یہ کتاب (دمغ الباطل) اپنے موضوع پر ایک دائرۃ المعارف ہے......(اس کا) مقدمہ آپ کے علم و فضل پر دال ہے......(ص ۱۲۸)......میاں منظور مرحوم نے بھی ''نماز مسنون کلاں'' پر تقریظ لکھی ہے۔ (دیکھئے نماز مسنون کلاں ص ۷)

مفسر قرآنؒ اپنے مسلک پر جس قدر متصلب تھے، شاید ہی کوئی ہو۔ انہوں نے ہمارے لیے اس باب میں بہت سے راہنما اصول چھوڑے ہیں۔ وہ اہل علم کی قدر کرتے تھے، چاہے وہ کسی بھی مسلک سے تعلق رکھتا ہو۔ وہ جہاں دیگر مسالک کے غلط نظریات وافکار کی برملا تردید فرماتے تھے، وہاں ان کی صحیح باتوں کو ماننے سے ابا نہیں فرماتے تھے، چنانچہ انہوں نے اپنے خطبات میں بہت سے غیر مقلد علماء کا ذکر کرتے ہوئے مبنی بر احترام انداز اختیار کیا ہے۔ مثلاً

''فقہ کی معتبر ترین کتاب ہدایہ......سید نذیر حسین دہلویؒ اہل حدیث بزرگ ہوئے ہیں، وہ بڑے شوق سے اپنے مدرسہ میں یہ کتاب پڑھایا کرتے تھے۔'' (خطبات سواتی ج ۴ ص ۱۸۴)

''دادی اور نانی سے بھی نکاح حرام ہے، اس میں کسی مسلک والے کا اختلاف نہیں ہے۔ البتہ اس سلسلہ میں غلطی مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ سے ہوئی جو اہل حدیث بزرگ تھے انہوں نے ایک موقع پر اپنے اخبار میں شائع کر دیا تھا کہ نانی کے ساتھ نکاح جائز ہے۔ (خطبات سواتی ج ۴ ص ۱۹۱)......پھر جب علماء نے اس پر گرفت کی تو انہوں نے توبہ کر لی جس کا ذکر ان کے اپنے فتویٰ میں موجود ہے، ہم مولانا ثناءاللہ صاحبؒ کی قدر کرتے ہیں اور ان کو اچھائی سے یاد کرتے ہیں کہ انہوں نے ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرنے کی بجائے رجوع کر لیا۔'' (خطبات سواتی ج ۴ ص ۲۰۳)

''غیر مقلدین میں بھی بڑے سنجیدہ اور قابل علماء ہوئے ہیں۔ ان میں سید نذیر حسین دہلویؒ، مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ، مولانا میر ابراہیم سیالکوٹیؒ، مولانا داؤد غزنویؒ اور آپ کے شہر (گوجرانوالہ) کے مولانا محمد اسماعیلؒ قابل ذکر ہستیاں ہیں جنہوں نے ہمیشہ انصاف کا دامن تھامے رکھا اور کبھی کسی پر ناجائز اعتراض نہیں کیا اور نہ فروعات کے معاملہ میں کسی کو گمراہ یا کافر کہا ہے۔ یہ حضرات دوسرے مسالک کے علماء کا احترام کرتے رہے ہیں اور ایک دوسرے کے پیچھے نمازیں بھی پڑھتے رہے ہیں...... (خطبات سواتی ج ۴ ص ۱۸۹)

''مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ کا ترجمہ بھی ٹھیک ہے تاہم خود اہل حدیث علماء نے تسلیم کیا ہے کہ ان کی تفسیر میں بعض غلطیاں موجود ہیں۔'' (تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن ج ۱ ص ۷۷)

''ہم تو تحریک ختم نبوت کے سلسلے میں گرفتار تھے، لیکن مولانا چراغ مرحوم بھی ان دنوں مودودی تحفظ کی تحریک

میں گرفتار تھے۔ ان سے جیل میں مودودی کے غلط نظریات کے بارہ میں میری گفتگو بھی ہوئی، لیکن وہ غصہ کھا گئے اور فرمایا: آئندہ میرے ساتھ اس موضوع پر بات نہیں کرنی۔ ویسے وہ بڑے بااخلاق آدمی تھے، میں نے ان سے کہا کہ مجھے ''حجۃ اللہ البالغۃ'' پڑھا دیں تو انہوں نے انکار کر دیا۔ جیل میں ان کی قبر (یعنی جگہ) اور میری ساتھ ساتھ تھی۔ وہ نماز بھی پڑھا دیتے تھے اور کھانا وغیرہ بھی تقسیم کر دیتے تھے۔'' (مفسر قرآن نمبر ص ۱۴۴)

''میں نے ابھی آپ کے سامنے ''رحمۃ للعالمین'' کے مصنف علامہ سلیمان منصور پوری کا ذکر کیا ہے۔ یہ صاحب مسلک کے لحاظ سے اہل حدیث اور غیر مقلد تھے، مگر نہایت منصف مزاج اور تعصب سے پاک تھے۔ اکثر غیر مقلد حضرات تو بہت تجاوز کرتے ہیں، ائمہ احناف کو برا بھلا کہتے ہیں اور تقلید ائمہ کو شرک قرار دیتے ہیں، مگر علامہ منصور پوری نہایت صالح آدمی تھے جنہوں نے نہایت عمدہ سیرت لکھی ہے......

......اس موقع پر مولوی غلام رسول صاحب کا ذکر بے محل نہ ہوگا آپ بھی اہل حدیث تھے مگر نیک صالح اور غیر متعصب آدمی تھے...... مولوی غلام رسول منصف مزاج صحیح عالم دین تھے ان کا وعظ اتنا پر اثر ہوتا تھا کہ ہندو اور سکھ بھی اثر قبول کئے بغیر نہیں رہتے تھے...... مولوی غلام رسول صاحب غیر مقلد ہونے کے باوجود رمضان میں بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے انہوں نے اس موضوع پر فارسی زبان میں رسالہ (رسالہ تراویح) بھی لکھا ہے جو دو تین مرتبہ شائع ہوا اس کا اردو ترجمہ (ینابیع کے نام سے) ہمارے شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب نے کیا اور ہمارے ادارے نے شائع کیا۔'' (خطبات سواتی ج ۵ ص ۲۴۷)

......علامہ محمد سلیمان منصور پوری کا ذکر کیا تھا تین جلدوں میں ان کی کتاب ''رحمۃ للعالمین'' کمال درجے کی تصنیف ہے جس کو محنت شاقہ کے ساتھ ترتیب دیا گیا ہے۔ (خطبات سواتی ج ۵ ص ۲۶۴)

حضرت والد محترمؒ نے اپنی کتاب ''الاکابر'' میں مولانا ابوالکلام آزادؒ کے متعلق لکھا ہے کہ

''جس کی لازوال تقریر بے مثال، مطالعہ کا شائق، سیاست کا شہسوار، مفکر عالی مرتبت، بقول شورش کاشمیری (مرحوم) کہ اپنے دور میں ایشیا کا سب سے بڑا مسلمان، روایتی طور پر نہ مقلد نہ غیر مقلد، بلکہ اپنی ذہنی اور عقلی تفوق کی بنا پر مجتہدانہ شان کا مالک، جو فرائض میں رفع یدین نہ کرتا تھا اور نوافل میں کرتا تھا۔'' (الاکابر ص ۲۴۴)

مولانا ابوالکلام آزاد داڑھی کٹواتے تھے، اور آزاد ذہن کے مالک تھے۔ بایں ہمہ مفسر قرآنؒ نے ان کے رسالہ ''افسانہ ہجر و وصال'' پر شاندار مقدمہ لکھا ہے اور ان کی کتاب ''مبادئ تاریخ الفلسفۃ'' کو اردو سے عربی میں منتقل کیا ہے۔ مفسر قرآنؒ کی تفسیر ''معالم العرفان فی دروس القرآن''، ''دروس الحدیث''، ''خطبات سواتی'' اور دیگر کتب کا مطالعہ کیا جائے تو اکابر علماء دیوبند کی طرز اور روش کے کئی زاویے وا ہوتے ہیں اور واضح ہوتا ہے کہ دیوبندیت ایک بحر بیکراں کا نام ہے۔ یہ محدودیت اور سطحیت کا نام نہیں ہے۔ دیوبندیت وہ ہے جو اپنا اثر دوسروں پر چھوڑتی ہے، دوسروں سے مرعوب نہیں ہوتی۔

مولانا وقار احمد*

مذہبی اختلافات اور مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کا طرز عمل

بانی دار العلوم دیوبند الکبیر مولانا محمد قاسم نانوتوی، امام الزماں شاہ ولی اللہ دہلوی کے علمی وعملی وارث تھے۔ مسلمانان برصغیر کی تاریخ میں وہ ایک منفرد اور ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ کے وقت ان کی عمر ۵۲ سال کے لگ بھگ تھی۔ ۱۸۵۷ء میں جب ہندوستان میں مسلمانوں کا اقتدار مکمل طور پر ختم ہوگیا، اس وقت مسلمانوں کو اپنی بقا اور تشخص کو باقی رکھنے میں کئی طرح کے مسائل کا سامنا تھا۔ مولانا نانوتوی ان حالات میں مسلمانوں کی رہنمائی کے لیے میدان عمل میں بڑھے اور مسلمانوں کے دین وعقیدہ اور تہذیب وثقافت کو محفوظ بنانے میں بھرپور قائدانہ کردار ادا کیا۔ مولانا نانوتوی حساس اور دردمند دل رکھنے والے مفکر عالم تھے، چنانچہ آپ نے اہم ملی مسائل کے حل کے لیے بنیادی نوعیت کے اقدامات کیے۔

اس زمانہ میں مسلمانان برصغیر کو درپیش دیگر مسائل کے ساتھ ساتھ ایک بڑا مسئلہ آپس کے اختلافات اور جھگڑے تھے جن میں مسلمان حد اعتدال سے آگے بڑھے ہوئے تھے، بلکہ معمولی معمولی باتوں پر ایک دوسرے کی تکفیر کے در پے تھے۔ مولانا نانوتوی کے شاگرد اور جانشین شیخ الہند محمود حسن دیوبندی نے مسلمانوں کی تباہی کے دو اسباب میں سے دوسرا سبب آپس کے اختلافات اور جھگڑوں کو ہی قرار دیا ہے۔ مولانا نانوتوی نے اس مسئلہ میں مسلمانان ہند کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیتے ہوئے انہیں صبر اور برداشت کا درس دیا اور اہل علم کے لیے ایک قابل تقلید نمونہ چھوڑا۔

مولانا اختلافی مسائل میں جنگ وجدل کو ہمیشہ ناپسند کرتے تھے۔ اختلافی مسائل میں آپ کی تمام تر تعلیم اظہار رائے کی آزادی کے ساتھ ساتھ برداشت اور حسن خلق کی تھی۔ لاحاصل مباحث میں الجھنے کو مولانا ناپسند کرتے تھے۔ چنانچہ اپنے ایک خط میں اسی طرح کے مسائل پر اپنے قلبی جذبات اور رنج کا اظہار یوں فرماتے ہیں:

> ''اس زمانہ میں یہ توقع بے جا ہے کہ اختلاف اٹھ جائے اور اتفاق پیدا ہوجائے۔ ہاں بالعموم ابنائے روزگار میں فہم وانصاف ہوتا تو بہ فہمائش ممکن تھا کہ یہ اختلاف اٹھ جاتے مگر آپ جانتے ہیں کہ آج کل یہ دونوں باتیں نصیب اعداء ہیں کہ یہ اختلاف ہی موجب عداوت ہے اور یہ عداوت باہمی موجب تفریق دگر ہے۔ کوئی کسی کی نہیں سنتا اور بے سمجھے دوسروں کی رسم وراہ کو غلط سمجھتا ہے۔'' (سوانح قاسمی ج ۲ ص ۳۹)

*فاضل جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ۔ لیکچرر گورنمنٹ ڈگری کالج، خان پور، ہری پور

مذکورہ بالا عبارت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مولانا نانوتوی کے نزدیک اختلاف سے گریز اور اتحاد کا یہ مطلب ہرگز نہیں تھا کہ آدمی اپنی سوچنے سمجھنے کی صلاحیتوں کو دبا کر بیٹھ جائے، بلکہ ان کی عبارت سے یہ سمجھ آتا ہے کہ اختلاف کو موجب عداوت نہیں ہونا چاہیے بلکہ دوسروں کی بات کو سنا جائے اور بحث وتمحیص کے بعد کسی نتیجے پر پہنچنے کی کوشش کی جائے۔

مسلمانوں کے باہمی اختلافات پر مناظرہ وجدل کا بازار گرم کرنے کو مولانا فضول اور لغو فعل سمجھتے تھے۔ چنانچہ ایک مکتوب میں رقم طراز ہیں:

''آپ کا خط ملا، دیکھ کر رنج ہوا۔ کیا خدا کی قدرت ہے کہ آج کل جس طرف سے صدا آتی ہے، یہی آتی ہے کہ وہاں مسلمانوں میں اختلاف ہے، وہاں نزاع ہے۔ کہیں سے اتفاق کی خبریں نہیں آتیں۔ ہاں کفار کے جتنے افسانے سنے جاتے ہیں کہ یوں اتفاق ہے، اس طرح اتحاد ہے۔ بجز انا للہ وانا الیہ راجعون کے اور کیا کہیے۔ آپ کی خوشنودی خاطر منظور ہے، اس لیے جواب لکھتا ہوں، ورنہ ایسے جھگڑوں میں دخل دینا محض فضول سمجھتا ہوں۔'' (''الامام محمد قاسم نانوتوی: حیات، افکار، خدمات'' ص:۲۲۴، ۲۲۵ بحوالہ ''تذکرہ و سوانح الامام الکبیر مولانا محمد قاسم نانوتوی''، تالیف: مولانا عبدالقیوم حقانی}

فروعی مسائل میں مولانا کا مسلک:

علماء امت میں عہد صحابہ سے ہی فطری تقاضے کے تحت اجتہادی مسائل میں اختلافات کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا اور آج تک قائم ہے۔ مگر دور عروج میں علماء محققین نے اس طرح کے مسائل میں کبھی بھی فتویٰ بازی، توہین وتحقیر اور الزام تراشی کی روش اختیار نہیں کی۔ دور زوال میں اہل علم نے اسلاف کے طرز عمل کو چھوڑتے ہوئے ان مسائل پر محاذ قائم کیے اور باقاعدہ جماعتیں بنا کر ایک دوسرے کے مدمقابل آ گئے۔ مولانا نانوتوی نے مسلمانوں کو اس طرح کے محاذوں سے روک کر دوبارہ اسلاف کے نقش قدم پر چلنے کی دعوت دی۔ چنانچہ مولانا مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں:

''الغرض نئے نئے عنوانات سے معمولی معمولی جزئی باتوں کا مسلمانوں میں چرچا کر کے افتراق وشقاق پیدا کرنے کی عام مولویانہ عادت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا الامام الکبیر فطرتاً کارِہ تھے اور اس کو سخت ناپسند فرماتے تھے۔ اسی طرح فرعیات میں ایسے اختلافی مسائل جن میں سلفاً عن خلف نقاط نظر کا اختلاف علماء میں رہا ہے، ان کے متعلق آپ کا خیال تھا، اور کتنا پاکیزہ خیال تھا، اسی قسم کے ایک مسئلہ کا ذکر کرتے ہوئے اور یہ فرماتے ہوئے کہ ''طرفین میں بڑے بڑے اکابر ہیں'' اور اپنے اسی خیال کو ان الفاظ میں پیش کرتے ہوئے کہ ''اگر ایک طرف ہو رہیے تو کسی نہ کسی طرف والوں کو برا سمجھنا پڑے گا'' آگے ارقام فرماتے ہیں ''اس لیے اہل اسلام کو یہ ضروری ہے کہ ایسے مسائل میں خواہ مخواہ ایسے پکے نہ ہو بیٹھیں کہ دوسری طرف کو بالکل باطل سمجھ لیں۔'' (سوانح قاسمی ج۲ص۳۹)

مولانا نانوتوی عموماً مسلمانوں کے اختلافی مسائل میں الجھنے سے گریز کرتے، مگر کبھی بامر مجبوری اس قسم کے کسی

موضوع پر قلم اٹھانا بھی پڑ جاتا تو انداز تحریر ایسا رکھتے کہ جس سے باہمی رواداری کو فروغ ملے۔ باوجود نقطہ نظر کے مختلف ہونے کے آپس میں عداوت وشقاوت کا راستہ نہ نکل پائے۔ چنانچہ مولانا مناظر احسن گیلانی رقم طراز ہیں:

''آپ کا ایک طرز عمل اس نوعیت کے مسائل میں عموماً یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اولاً ان پر بمشکل قلم اٹھاتے تھے۔ پوچھنے اور دریافت کرنے پر، کسی نے زیادہ اصرار کیا، تب مجبوراً جو ترجیحی نقطہ نظر اس خاص مسئلہ میں آپ کا ہوتا، اس کو ظاہر تو کر دیا کرتے تھے۔ لیکن اسی کے ساتھ ایک جگہ نہیں متعدد مقامات میں تقریباً بالالتزام اسی قسم کے الفاظ [طرفین میں بڑے بڑے اکابر ہیں] فرماتے چلے گئے ہیں۔'' (سوانح قاسمی ج ۲ ص ۳۹)

مولانا نانوتوی فروعی مسائل میں مسلک اعتدال پر قائم تھے اور ان مسائل کی وجہ سے کسی کی تحقیر وتنقیص کو درست نہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ مولانا مناظر احسن گیلانی آپ کے معروف شاگرد مولانا منصور علی خان کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

''عمل ان کا حنفی تھا، مگر سنت کے اتباع میں بہت خیال رکھتے تھے، اور کبھی کبھی خلافی مسائل پر بھی عمل کر لیتے تھے اور حضرت امام اعظم اور حضرت شیخ محی الدین ابن عربی اور حضرت مجدد الف ثانی کے کمالات اور حالات کے نہایت معتقد تھے اور بہت تعریف کیا کرتے تھے، اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے علوم کو سب بزرگان دین کے علوم سے اعلیٰ وافضل بتلاتے تھے۔'' (سوانح قاسمی ج ۲ ص ۳۷)

فروعی مسائل میں مولانا نانوتویؒ کے اسلوب ومزاج پر بحث کرتے ہوئے نتیجہ کے طور پر مولانا گیلانی لکھتے ہیں:

''خلاصہ یہ کہ رائے میں اختلاف کی آزادی کے فطری حق کو محفوظ کرتے ہوئے اہل علم کو مذکورہ بالا نوعیت کے مسائل میں ایک ایسے اسلم واحکم طریقہ کی طرف راہ نمائی فرمائی گئی ہے جس کی اگر پابندی کی جائے تو ایک بہترین شائستہ باادب ماحول نزاعی مسائل کے سلسلہ میں پیدا ہو سکتا ہے۔'' (سوانح قاسمی ج ۲ ص ۵۶)

فروعی اعتقادی مسائل میں انداز بحث:

مسلمانوں کے ہاں وہ مسائل جن کا کسی نہ کسی صورت کچھ اعتقادیات سے بھی تعلق ہے، انہی کی بنیاد پر سب سے زیادہ جماعتیں اور نعرے وجود میں آئے ہیں۔ عموماً اسی قسم کے مسائل پر مختلف لوگوں کو اہل سنت میں داخل اور خارج کیا جاتا رہا۔ مولانا نانوتوی نے ان مسائل میں بھی جو کہ اعتقادیات میں درجہ دوم کی حیثیت رکھتے ہیں، راہ اعتدال پر قائم رہنے کی تلقین فرمائی۔ انہی مسائل میں سے ایک مسئلہ حیات انبیاء کا بھی ہے۔ مولانا نانوتوی نے اس موضوع پر ایک مستقل کتاب بنام ''آب حیات'' لکھی اور اپنے پیر ومرشد جناب حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے اس کی تصدیق بھی کروائی۔ اسی کے حوالے سے اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

''زیادہ کیا عرض کروں! ہاں اتنا عرض کیے دیتا ہوں کہ گو عقیدہ یہی ہے اور میں جانتا ہوں ان شاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی رہے گا، مگر اس عقیدہ کو عقائد ضروریہ میں سے نہیں سمجھتا، نہ تعلیم ایسی باتوں کی کرتا ہوں نہ منکروں سے دست وگریباں ہوتا ہوں۔ خود کسی سے کہتا نہیں پھرتا، کوئی پوچھتا ہے اور اندیشہ فساد نہیں ہوتا تو اظہار میں

دریغ بھی نہیں کرتا۔ آپ بھی اس امر کو ملحوظ رکھیں تو بہتر ہے۔'' (لطائف قاسمیہ ص ۵)

مخالف معاصرین کا احترام:

آج ہمارے ہاں اکثر یہ مرض پایا جاتا ہے کہ مخالف چاہے جتنا بڑا عالم اور متقی ہو، ہم اس کو کسی بھی قسم کی اہمیت اور عزت دینے پر آمادہ نہیں ہوتے، بلکہ ایسے مواقع پر بنیادی انسانی اخلاقیات کو بھی ترک کر دیتے ہیں۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی کا طرز عمل اس کے بالکل برعکس تھا۔ مولانا اپنے ایک معاصر بزرگ مولانا شاہ عبدالسلام ہسوی (جن کے ساتھ مولانا کو دیہات میں نماز جمعہ کے حوالے سے اختلاف تھا) کو خطاب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مجمع البحرین شریعت وطریقت، مخدوم ومطاع خاص وعام جناب مخدومنا مولانا سید عبدالسلام صاحب دام برکاتہ۔'' (سوانح قاسمی ج ۲ ص ۴۰)

مولانا مناظر احسن گیلانی یہ عبارت نقل کرنے کے بعد وضاحت کرتے ہیں کہ مولانا نانوتوی جن کو ان القابات کے ساتھ یاد فرما رہے ہیں، یہ کوئی غیر معروف بزرگ تھے۔ (ملاحظہ ہو سوانح قاسمی ج ۲ ص ۴۰) اس سے مولانا نانوتوی کی اخلاقی عظمت کا بھرپور اظہار ہوتا ہے۔

مدرسہ کی نئی عمارت کی تعمیر کے موقع پر جب حاجی محمد عابد صاحب کے ساتھ اختلاف ہو گیا تو کس عمدہ طریقہ سے ان کو منا کر لائے۔

''ارواح ثلاثہ میں حاجی عابد صاحب مرحوم کے اختلافی نقطہ نظر کو بھی واضح لفظوں میں بیان کیا گیا ہے۔ لکھا ہے کہ جلسہ تقسیم انعام میں سیدنا الامام الکبیر نے جب سنگ بنیاد رکھنے کی تقریب میں شریک ہونے کے لیے حاضرین جلسہ کو دعوت دی تو حاجی صاحب تلملا اٹھے اور غصہ میں چھتہ کی مسجد میں جا کر بیٹھ گئے۔ سیدنا الامام الکبیر مجمع کے ساتھ مدرسہ کی زمین کی طرف چل پڑے، مجمع آگے بڑھ گیا اور خود چھتہ کی مسجد میں پہنچ کر حاجی صاحب سے منت سماجت کی جس پر وہ رو پڑے۔ دونوں بغل گیر ہوئے صفائی ہو گئی۔ ان کو ساتھ لے کر سیدنا الامام الکبیر بھی مجمع میں تشریف لائے۔ دلچسپ لطیفہ ارواح ثلاثہ کی روایت کا یہ ہے کہ بایں ہمہ کشاکشی مدرسہ کی یہ زمین حاجی عابد صاحب مرحوم ہی کے نام خریدی گئی تھی، لکھا ہے کہ ''بیع نامہ'' ان ہی کے نام لکھوایا گیا تھا۔ اسی میں یہ بھی ہے ۴ گز پہلی دفعہ زمین کا یہ قطعہ خریدا گیا تھا۔'' (حاشیہ سوانح قاسمی ج ۲ ص ۳۲۶)

سرسید احمد خان کی طرف سے اپنے مذہبی وتفسیری اصولوں کی وضاحت پر مبنی ایک تحریر نقد وتبصرہ کے لیے معاصر اہل علم کو بھیجی گئی تو مولانا محمد قاسم نانوتوی نے پیر جی محمد عارف صاحب کے نام اپنے ایک مکتوب میں ان پر مفصل تبصرہ کیا۔ اس کے آغاز میں لکھتے ہیں:

''اس میں کچھ شک نہیں کہ سنی سنائی سید صاحب کی اولوالعزمی اور دردمندی اہل اسلام کا معتقد ہوں اور اس وجہ سے ان کی نسبت اظہار محبت کروں تو بجا ہے۔ مگر اتنا یا اس سے زیادہ ان کے فساد عقائد کو سن کر ان کا

شاکی اوران کی طرف سے رنجیدۂ خاطر ہوں۔'' (تصفیۃ العقائد ص ٦)

خط کے آخر میں مولانا نانوتوی نے لکھا کہ:

''دیکھیے، سید صاحب راضی ہوتے ہیں یا ناخوش ہو کر درپے تردید قلم اٹھاتے ہیں، مگر میں نے بھی ٹھان رکھی ہے کہ ایسی جھگڑے میں پڑ کر اپنی اوقات خراب نہ کیجیے۔ ہاں، اگر آثار انصاف پرستی جناب سید صاحب کی طرف سے نمایاں ہوئے اور بحکم امرھم شوریٰ بینھم اپنے خیالات سابقہ وحال میں مجھ سے بھی مشورہ کریں گے تو ان شاءاللہ حسب ارشاد المستشار موتمن مشورہ خیر سے دریغ نہ کروں گا، مگر جب اپنی حیثیت اوران کی وجاہت پر غور کرتا ہوں تو یہ خیال ایک آرزوئے خام نظر آتا ہے اور خود مجھ کو اپنے اس جنوں پر ہنسی آتی ہے۔ خیر ہر چہ باداباد، اب تو آپ کی خدمت میں اس مسودہ ہی کو ارسال کرتا ہوں۔ بر بنظر مصلحت چند در چند یہ گذارش ہے کہ آپ بہت جلدان اوراق کی نقل کرا کر مقابلہ کر کے نقل کو جناب سید صاحب کی خدمت میں روانہ کر دیں اور اس اصل کو بجنسہ بہت جلد میرے پاس واپس بھیج دیں اور میری طرف سے بعد سلام یہ گذارش کر بھیجیں کہ اگر اثنائے تحریر میں کوئی کلمہ مخالف طبع بوجہ جہل وغفلت مجھ سے سرزد ہو گیا تو معاف فرمادیں کہ ہم قصباتی [یعنی دیہاتی لوگ] انداز گفتگو سے خوب واقف نہیں۔'' (تصفیۃ العقائد ص ٢٧)

اس کے بعد سرسید احمد خان کے نام براہ راست خط میں ان سے یوں ادب واحترام سے مخاطب ہوتے ہیں:

''بعالی خدمت جناب سید احمد خان صاحب عافاہ اللہ وایای فی الدنیا والآخرۃ

کمترین ہیچ مدان محمد قاسم بعد سلام مسنون گذارش پرداز ہے کہ کل دوشنبہ کے دن دیوبند سے آپ کا وہ عنایت نامہ جس میں تیرہ سوال متعلق زمین وآسمان تھے، اس ہیچ مدان کے پاس پہنچا اور باعث حیرت ہوا۔ وجہ سوال دیر تک سوچی، کچھ سمجھ میں نہ آئی۔ تس پر آپ جیسے عاقل وفہیم وواقف کار کلام اللہ وحدیث کی طرف سے ان سوالوں کا آنا اور بھی تعجب انگیز ہے۔ جی تو یہی چاہتا تھا کہ کیوں اس جھگڑے میں پڑیے اور اپنی اوقات کو خراب کرائیے۔ پر آپ کی عنایتوں کی مکافات تھوڑی بہت ضروری سمجھ کر جواب سوالات بتفصیل تو نہیں لکھتا، ہاں بتقریب جواب خط کچھ اشارہ کیے جاتا ہوں۔'' (تصفیۃ العقائد ص ٢٨)

مسلکی مخالفین کے ساتھ طرز عمل:

ہندوستان کے خاص ماحول میں بعض اہل علم نے مولانا نانوتویؒ سے شدید نوعیت کے اختلافات کا اظہار کیا، یہاں تک کے بعض حضرات نے فتوائے کفر سے بھی دریغ نہیں کیا اور حضرت کے بیان کردہ مفاہیم کو نہ سمجھتے ہوئے ان پر فتوائے کفر داغ دیا۔ ایسے حضرات کے ساتھ بھی مولانا انتہائی خوش اخلاقی سے پیش آتے تھے اور ان کو ان کے فعل میں معذور سمجھتے ہوئے ان کے اس عمل کی تاویل فرماتے تھے۔ جب کبھی مولانا کے تلامذہ میں سے کسی نے ایسے حضرات کے خلاف کوئی سخت جملہ استعمال کیا تو اس کو فوراً روک دیا۔